# نظم قرآن

( ۲ )

تالیف : حمید الدین فراھی

ترجمه : شرف الدین اصلاحی

**۳ - علم نظام سے بے اعتنائی کے اسباب:**

(۱) علم نظام سے بے اعتنائی برتنے والوں کے خیالات میں سب سے زیادہ ضرر رساں خیال یه ھے که علم نظام مشکل، دشوار اور پر خطر ھونے کے باوجود دین کے اھم معاملات میں سے نہیں ھے - اس لئے کیا ضرورت ھے که نسبةً اھم اور زیادہ مفید کاموں کو چھوڑ کر اس پر توجه صرف کی جائے - صحیح حدیث میں آتا ھے من حسن اسلام المرأ ترك ما لا یعنیه ''اچھا اسلام یه ھے که انسان لایعنی باتوں سے اجتناب کرے،، - نظم کلام میں لطیف نکتوں کی تلاش اور اس کے اندر بلاغت کے پہلوؤں کی جستجو فرصت کا مشغله ھے - جو شخص اسے ایک ضروری علم کا درجه دیتا ھے اور طالب علموں کو اس میں منہمک ھونے کی تلقین کرتا ھے وہ دوسرے ضروری کاموں سے انھیں روکتا ھے، صورت حال کو بگاڑتا ھے اور نظام تعلیم کو خراب کرتا ھے - اس شبھه کا اظہار بعض ایسے لوگوں نے بھی کیا ھے جو قرآن مجید میں نظم کے وجود کے تو قائل ھیں لیکن ساتھ ھی یه بھی کہتے ھیں که قرآن صرف اس لئے نازل ھوا ھے تاکه اس پر عمل کیا جائے اور اس کے نور سے ھدایت حاصل کی جائے، نه اس لئے که اس میں باریکیاں اور بلاغت کے نکتے تلاش کرنے کا شغل اختیار کیا جائے - یه خیال صحیح نہیں - تم کو معلوم

ہے کہ باطل اپنے کام سے غافل نہیں اور اپنے شکار تک پہنچنے کی راہ تلاش کرھی لیتا ہے۔ اگر تم ایک شگاف بند کرتے ہو تو وہ دوسری طرف سے تم پر حملہ آور ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں اور اللہ ھی توفیق دینے والا ہے۔

(۲) اس میں شک نہیں کہ اس بات کا کہنے والا ھمارا مدعا نہیں سمجھا۔ بلاغت کی باریکیاں اور اعجاز کلام کی صورتیں نہ مقصود بالذات ھیں اور نہ ھی کوئی نصب العین جسے حاصل کیا جائے۔ بلکہ نظم کلام اور آیات کے معانی میں ربط و تعلق کا معلوم کرنا بھی فی نفسہ ھمارا مطلوب نہیں۔ یہ تمام باتیں ضمنی ھیں۔ اصل مقصود قرآن کے معنی میں غور کرنا ہے جو اس کے کسی بیان سے متبادر ہوتا ہے۔ اور نظم کا علم تو فقط اس معنی تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔ تو کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اس علم سے بے نیاز ہو سکتے ہو اور یہ کہ حکمت، نور اور شفا کے جو چشمے اللہ تعالی نے تمہارے لئے اتارے ھیں تم کو ان کی ضرورت نہیں۔ اور کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا شمار ان لوگوں میں ہو جو یہ خیال کرتے ھیں کہ اللہ کے اوامر و نواھی جاننے کے لئے فقہ کی کتابیں کافی ھیں اب ھمیں قرآن کی ضرورت نہیں۔ کیا ایسا نہیں کہ ظاھری احکام کا تعلق عقائد اور نیتوں سے ہے اور عقائد اور نیتوں کا تعلق اخلاق کے باطنی پہلوؤں سے ہے۔ اور اسی طرح افراد کا ٹھیک ہونا جماعت کے ٹھیک ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ حکمت و تدبیر کے ایسے اصولوں کے تحت ہوتا ہے جو مشکل سے نظر آتے ھیں۔ اور جب معاملات بالکل ٹھیک ہوں، جس طرح کہ انسانی مزاج کی اصل بیماری نہیں صحت ہے، اس وقت اصول اصلاح، تربیت اخلاق اور نیتوں کی درستی کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن جب فساد پھیل جائے اور عقائد بگڑ جائیں اور دل خراب ہوجائیں اور ملت کا شیرازہ بکھر جائے اور شریعت کا نظام ابتر ہوجائے اور بدعات اور خواھشات نفس کا زور ہو اور بدی کی قوتیں غالب

آجائیں، اس وقت ھمیں حکمت الٰہی کی ضرورت ہوتی ہے اور ناگزیر ہوجاتا ہے کہ شفا کا طریقہ معلوم کیا جائے اور دین میں افتراق و تشتت کے فتنوں سے نکلنے کی کوشش کی جائے۔ جب راستہ الجھ کر مشتبہ ہوجائے اور ہر شخص اپنی رائے میں مست اور مگن ہو اور جہل اپنے قدم جمالے اور قرآن حکیم جس کو اللہ تعالےٰ نے نور اور شفا سے متعارف کرایا ہے اس سے لوگ ہدایت حاصل کرنا چھوڑدیں اور اس حکمت سے آنکھیں بند کرلیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں رکھ دی ہے، جب حالت یہ ہو تو کیا اس حکمت سے وہ شخص بہرہ اندوز ہو سکتا ہے جو قرآن مجید سے اس طرح گزر جائے جس طرح کہ تیز رفتار شہسوار یا باد صرصر گزر جاتی ہے ؟ اگر یہ بات نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے ھمیں اپنی کتاب میں تدبر اور اپنی آیات میں تفکر کا حکم کیوں دیا۔ اور اگر اس کے اندر چھپے ہوئے معارف نہیں ھیں تو اس میں تدبر و تفکر سے کیا حاصل۔ اور اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ معارف سارے کے سارے پورے جملوں میں رکھے ہوئے ھیں، جو ان جملوں کو سمجھ لے گا وہ ان باتوں کو بھی پالے گا جو ان جملوں کے اندر پوشیدہ ھیں، وہ ان کے نظام کو سمجھے یا نہ سمجھے، جس طرح موتی کسی شخص کے کے پاس ہوں تو اس کے لئے ان کو لڑی میں پرونا آسان ہوتا ہے، اس لئے کہ اصل قدر و قیمت تو ان موتیوں کی ہے، وہ چاہے ان کو پروئے چاہے ویسے ھی رہنے دے۔ تو تم کو ھمارا جواب یہ ہے کہ تمہارے اس خیال سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کو اس بات کی خبر نہیں کہ کسی مرکب شیٔ کے اندر نظم اور ترکیب کے عمل کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ خاص کر کلام کے اندر اور خاص کر اس قرآن حکیم کے اندر۔ تو ہم کہتے ھیں اور اللہ ھی توفیق دینے والا ہے۔

(۳) تمہارے چاروں طرف اور اوپر نیچے اس پھیلی ہوئی کائنات میں

جو کچھ ہے اس پر نظر ڈالو۔ تم دیکھوگے کہ اس کی ہر چیز مرکب ہے اور اس طرح بنائی گئی ہے کہ تم اس سے فائدہ اور تمتع حاصل کرسکو۔ اور تم یہ بھی دیکھو گے کہ اس کے فوائد اور محاسن میں ترکیب کا بڑا حصہ ہے۔ بلکہ تم چاہو تو یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ ترکیب ہی ہر شیٔ کی اصل ماہیت اور اس کے وجود کی حقیقت ہے۔ ترکیب کو اس سے جدا کر دو وہ شیٔ لا شیٔ میں بدل جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ صنعت اور اس کا کمال اگر کسی چیز میں ہے تو ترکیب کے توازن میں ہے۔ ترکیب کے حسن وقبح اور ضعف و قوت کے مطابق ہی صانع کی تعریف یا تنقیص کی جاتی ہے۔ اسی طرح ہر عمل اور ہر تدبیر کو اس کی ترکیب ہی کی جہت سے کامیاب یا ناکام کہا جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ اصل بات یہی ہے اور یہ اہل دانش سے پوشیدہ نہیں۔

اگر یہ بات تم پر واضح ہوگئی تو اب تمہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کلام کے اندر ترکیب کا کیا مقام ہے۔ کیونکہ کلام نام ہی ایسے مرکب کا ہے جس کے بعض اجزاء بعض کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ اور یہ ترکیب ہی ہے جس کی وجہ سے وہ بامعنی بنتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی ترکیبی ہیئت ہی ہے جو اس کے معنی متعین کرتی ہے۔ کیا تم لفظ مفرد میں اس کو نہیں دیکھتے کہ وہ بامعنی کلمہ اس لئے بنا کہ اس کے حروف ایک خاص ترتیب پر رکھے گئے۔ اور یہی حال ایک جملے میں کلمات کی ترکیب کا ہے۔ کیونکہ وہ جملہ ایک خاص معنی کا حامل اسی لئے بنا کہ اس کے کلمات ایک مخصوص ترکیب کے ساتھ رکھ دئیے گئے ہیں۔ یہی صورت حال جملوں کی ترکیب میں بھی ہوتی ہے۔ خاص ترتیب سے جملوں کی ترکیب انہیں ایک عمدہ کلام یا ایک عجیب بات یا ایک برہان قاطع یا ایسی حکمت بالغہ بنادیتی ہے جو فنون بلاغت اور وجوہ فصاحت سے پر ہو۔

اس میں شک نہیں کہ لفظ کے ساتھ لفظ کی ترکیب سے ایک معنی وجود میں آتا ہے لیکن اس معنی کا اس معنی سے کیا تعلق جو تمہیں جملے کے ساتھ جملے کی ترکیب سے حاصل ہوتا ہے ۔ اسی طرح ایک دوسری ترکیب پر مشتمل جملوں کے ایک مجموعے کو لیں تو اس میں ایک ایسی بات ہوگی جو اس ترکیب کے الگ الگ اجزاء میں نہیں ہوگی ۔ تو ثابت ہوا کہ کلام فقط اپنے نظام سے ہے ۔ کیونکہ اگر وہ محاسن سے آراستہ ہوتا ہے یا بلاغت کی انتہا کو پہنچتا ہے تو محض اپنے اجزاء کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے نظم اور مناسب ترتیب کی وجہ سے ۔ پس جو شخص چاھتا ہے کہ کلام کے حسن بیان سے، اس کی قوت استدلال سے، اور دلوں میں اس کی تاثیر سے، اور چھپی ہوئی حکمت پر اس کی دلالت سے، آگاھی حاصل کرے تو ضروری ہے کہ وہ شخص اس چیز کو کلام کے جملوں کی ترکیب سے آگاھی کے ذریعہ تلاش کرے ۔ کیونکہ یہ چیز کلام کو اس کے معانی کے موقع و محل اور ان کی ترتیب ھی سے حاصل ہوتی ہے ۔

اگر ھمارے بیان پر تم کو اب بھی شک ہے یا تم مزید اطمینان اور وضاحت چاھتے ھو تو کسی ایسے بلیغ خطبے کو لو جو ترغیب، ترھیب، حکم، ضرب‌المثل، حجت اور استدلال پر مشتمل ھو ۔ پھر اس خطبے سے نظام کو الگ کردو اور موقع محل کا لحاظ کئے بغیر آگے پیچھے کردو پھر دیکھو کہ اس میں موجود باتوں، مثلاً دعوی اور اس کی دلیل کا باھمی قرب، تمہیدی مقدمات سے مقصود نتائج تک پہنچنے کا عمل، اور اقتضائے حال کی وضاحت، ان میں سے اکثر باتیں کس طرح رخصت ھوجاتی ھیں ۔ اسی طرح اس خطبے میں حسن بیان اور کمال بلاغت کے جتنے محاسن ھیں وہ یکسر ختم ھوجائیں گے ۔ اور وہ تمام مطالب اور فوائد بھی ناپید ھو جائیں گے جو بلاغت کا پتا دیتے ھیں ۔ یا کسی پیدا ھونے والے شبہے کا اس میں جو حل پوشیدہ ہے یا اس کے اندر تاریخی

یا اخلاقی یا حکمت سے تعلق رکھنے والے حقائق و معارف کی طرف جو اشارات ھیں وہ بھی باقی نہیں رھیں گے۔ بسا اوقات اس خطبے کا کوئی معمولی جز بے شمار معارف اور عظیم الشان اصولوں کا سر چشمہ ھوتا ھے۔ پس اگر تم اس خطبے کو اس کے نظام سے خالی کردو گے تو تمھارے پاس مجذوب کی بڑ کے سوا کچھ نہیں باقی رھے گا۔

## ۵ - بعض شبہات کا ازالہ

### تذکرہ :

بعض علماء نے اس غلط خیال کا اظہار کیا ھے کہ کلام منظم جو ایک خاص عمود اور مرکزی نقطہ کی طرف لے جائے اھل عرب کا معروف طریقہ نہیں۔ کیونکہ تم دیکھو گے کہ ان کی شاعری میں بڑی بے ربطی ھے۔ اگر قرآن حکیم ان کے اسلوب سے ھٹ کے کوئی اسلوب اختیار کرتا تو یہ ان پر گراں ھوتا۔ یہ خیال سرتا سر غلط اور بے بنیاد ھے۔ اس لئے کہ اھل عرب شعرو شاعری سے لھو و لعب کا کام لیتے تھے۔ زندگی کے بلند اور عظیم کارناموں میں اس کا شمار نہیں کرتے تھے۔ البتہ وہ حکماء کی عظمت کے قائل تھے اور حکمت و بصیرت پر مشتمل خطبات کو دل سے پسند کرتے تھے۔ یہی وجہ ھے کہ شرفاء شعر کہنے اور اس کی طرف اپنی نسبت کو ناپسند کرتے تھے۔ حکمت اور ضرب المثل کے مقابلے میں وہ شعر کا استعمال بادل ناخواستہ علی سبیل التنزل کرتے تھے۔ محض وزن اور بندش الفاظ پر شعر کا اطلاق ھوتا بھی نہیں۔ شعر کے موضوعات بھی وھی ھیں جو غیر سنجیدہ فنون کے ھیں جن میں مزاح اور طرب و نشاط کا عنصر غالب ھوتا ھے۔ تو شعر بہرحال لھو و لعب کی بات ھے۔ اگر کوئی شخص ان موضوعات سے ھٹ کر شعر موزوں کرتا ھے تو اس کو شاعر نہیں کہا جائے گا وہ فقط ناظم ھے۔ شعر کی حقیقت کا یہی

معروف پہلو پیش نظر تھا جس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحرا،، بے شک کوئی شعر سراپا حکمت ہوتا ہے اور بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں۔ یعنی ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کو شعر کی آلودگی سے پاک رکھا۔ ارشاد ہے (وما علمناہ الشعر و ما ینبغی له ان هو الا ذکر و قرآن مبین لینذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین) اور ہم نے اسے شعر کی تعلیم نہیں دی اور یہ اس کے شایان شان نہیں تھا۔ وہ تو فقط ذکر اور قرآن مبین ہے تاکہ جس میں زندگی ہو اسے ڈرائے اور کافروں پر (اتمام حجت کے بعد) حق بات یعنی عذاب کو ثابت کردے۔ (سورہ یٰسین آیت ٦٩ - ٧٠)۔

اگر شعر اور بیان کا یہ فرق تم پر واضح ہوگیا اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ شعرائے عرب کا بیشتر عظیم کلام شعر نہیں ہے تو کیا اس کے بعد بھی تم کہو گے کہ قرآن مجید شعر کے اسلوب میں نازل ہوا ہے اور یہ کہ وہ شعر کی طرح علیحدہ علیحدہ اور غیر مربوط ہے۔ تم دیکھتے نہیں کس طرح اللہ تعالی نے اس بات کو شعراء کی برائیوں میں شمار کیا ہے۔ اور اس کا ذکر جھوٹ سے پہلے کیا ہے، جب کہ جھوٹ کی برائی ظاہر ہے۔ یہ بتادیا کہ جو بات مقصد، عمود اور نظام سے عاری ہو وہ کہنے والے کی حماقت پر دلالت کرتی ہے۔ (ألم تر أنهم فی کل وادیهیمون و أنهم یقولون مالا یفعلون تم نے دیکھا نہیں کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔) سورہ شعراء آیت ٢٢٥، ٢٢٦۔ مختلف وادیوں میں بھٹکنا بے مقصد و بے نظام بات کرنے کے سوا اور کیا ہے۔ اور عقل کے لئے اس میں کوئی کشش نہیں۔ البتہ نفس کو اکثر لہو و لعب اور بے فکری

سے رغبت ہوتی ہے اس لئے وہ اس کی طرف مائل ہوتا ہے، جس طرح کہ شراب نغمہ اور دوسرے ایسے مشاغل کی طرف مائل ہوتا ہے جو کہ اس کو فکر اور تردد سے غافل بنا دیتے ہیں۔ اور یہ کوئی علاج نہیں بلکہ خود ایک مرض ہے۔ . . . بیاض

## ٦ - نظم کے انکار کی وجہ

قرآن مجید میں نظم کے وجود کا انکار جس کسی نے بھی کیا اپنی مرضی کے خلاف ہی کیا۔ اگر وہ مجبور نہ ہوتا تو اس انکار سے کنارہ کشی اختیار کرتا۔ اس لئے کہ کوئی بھی صاحب عقل اس بات کو گوارا نہیں کرے گا کہ وہ لوگوں میں اپنا ایسا کلام چھوڑے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ بے ربط و نظام ہے۔ بلکہ اگر ایک زمانے کے بعد اسے پتا چلے کہ اس میں ذرا بھی نظم کی خرابی ہے تو وہ فوراً اس پر نظر ثانی کرے گا اور جس قدر ممکن ہوگا اس کو درست کرے گا۔ یہ تو اس کا معاملہ اپنے ساتھ ہوگا۔ اسی طرح وہ اپنے علاوہ کسی ایسے شخص پر بھی اس کی تہمت نہیں لگائے گا جس کی نسبت اچھے خیالات رکھتا ہو۔ صرف اس وقت اس پر تہمت لگائے گا جبکہ وہ اس کے سمجھنے سے قاصر رہے اور خود کو قاصر کہنے سے گریز کرے۔ ایسی صورت میں البتہ وہ قائل پر بے ہنری اور خامی کا الزام لگا دے گا۔ یہ تو اس وقت ہوتا ہے جب کہ کلام کسی مخلوق کا ہو۔ لیکن اگر کلام خدائے بزرگ و برتر کا ہو اور وہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں، بر عکس محفوظ و مرتب ہو۔ اور اس کو ایک امانت دار فرشتہ ایک نبی کریمؐ کے پاس لایا ہو جو فصاحت اور بیان میں مشہور قوم کا ایک فرد ہونے کے علاوہ خود بھی فصیح اللسان ہو، اور اس نے اسے بار بار پڑھا ہو، اور اس میں شک نہ ہو کہ کسی چیز کی خوبی اور نفع اس کے اجزاء کے تناسب میں ودیعت کیا گیا

ہوتا ہے، خاص کر بلیغ کلام، اور علی الخصوص جب کہ بلغائے وقت کو اس کا چیلنج دیا گیا ہو اور وہ اس جیسا کلام لانے سے عاجز رہے ہوں، حتی کہ ایک سورہ بھی وہ نہ لاسکے ہوں، جب حال یہ ہو تو میں نہیں جانتا کہ کوئی گمان کرنے والا، جب کہ وہ اللہ اور اس کی وحی پر ایمان لانے والوں اور مسلمانوں میں سے ہو، اس کے متعلق کس طرح یہ گمان کر سکتا ہے کہ وہ کلام حسن نظام سے خالی ہے۔ ہم نے مناسب مقام پر تفصیل سے ایسے دلائل بیان کردئیے ہیں جو اس قسم کے بعید از حقیقت خیال کا سد باب کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اس مقام پر اس کی طرف اشارہ ہی مقصود ہے۔

جب بات یوں ہے تو اس میں شک نہیں کرنا چاہئیے کہ جو لوگ قرآن مجید میں نظم کی عدم موجودگی کی طرف گئے انہیں خاص اسباب نے اس طرف جانے پر مجبور کیا۔ ہم ان میں سے بعض اسباب کو یہاں بیان کریں گے۔ تاکہ تم ان کے عذر کو سمجھو اور ان کے ساتھ اپنے حسن ظن کو قائم رکھو اور تقلید محض سے نکل کر حق کی طرف آؤ جو اطمینان کا گہوارہ ہے۔ ارباب عقل و دانش جب کسی نامانوس رائے کی طرف جاتے ہیں تو ان کا مقصد کسی زیادہ نامانوس رائے سے بچنا ہوتا ہے۔ جو شخص یہ نہیں جانتا وہ یا تو ان سے بدگمان ہوکر اپنے اوپر استفادہ کا دروازہ بند کرلے گا یا ایک ایسے مسئلے میں ان کی تقلید کرے گا جس کا فساد ظاہر ہے۔ اس تقلید کے نتیجے میں وہ آنکھ کان بند کرلے گا اور واضح سے واضح دلیل بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے لئے ان اکابر سے بدظن ہونے کی نسبت تمہارے دلائل کی طرف سے بدگمان ہونا زیادہ آسان ہوگا۔ اور اگر تم بعض اکابر کے حوالے سے کوئی ایسی بات کہو گے جو حق سے مطابقت رکھتی ہو تو بھی بات اس پر واضح نہیں ہوگی، اور وہ زیادہ تر اسی راستے کی پیروی

کرے گا جس پر اکثریت ہوگی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ بعض ان اسباب کا ذکر کردیا جائے جو نظم قرآن پر یقین سے مانع آتے ہیں باوجودیکہ نظم کے دلائل بہت واضح ہیں۔ سوہم کہتے ہیں اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

پہلا سبب : اور وہ سب سے قوی ہے، اللہ کے کلام کو ہر عیب اور ہر نقص سے بری کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نظم بالکل ظاہر ہے۔ لیکن اگر وہ یہ دعوی کرتے کہ پورا قرآن منظم ہے اور اس میں نظم کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے تو متعدد مقامات پر انہیں مجبوراً نظم کا انکار کرنا پڑتا کیونکہ ان مقامات کا نظم مخفی اور مشکل ہے۔ چنانچہ اپنے فہم کی نارسائی کا اعتراف کرنے کی بجائے انھوں نے اس مسلک ہی کو ترک کر دیا۔ قرآن مجید میں بعض باتیں انہیں اصول نظم کے خلاف نظر آئیں اور انھوں نے یقین کر لیا کہ ان میں سرے سے کسی نظم کا تصور ہی ممکن نہیں۔ جیسا کہ تم اس آیت میں دیکھتے ہو (حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی و قوموا للہ قانتین نمازوں کی حفاظت کرو خاصکر بیچ والی نماز کی اور اللہ کے لئے عاجزی سے کھڑے ہو۔) سورہ بقرہ آیت ۲۳۸۔ کیونکہ یہ آیت عورتوں سے متعلق مسائل کے مسلسل ذکر کے درمیان میں آتی ہے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ وہی ذکر شروع ہوجاتا ہے۔ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو بیان میں انتہائی درجے کا ربط و تسلسل ہوتا۔ مفسرین میں سے جن لوگوں نے اس آیت کی مناسبت بیان کی ہے انھوں نے ایسی کوئی بات بیان نہیں کی جسے کوئی انصاف پسند اور سلیم الطبع انسان قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔ جو لوگ قرآن میں نظم کے وجود کو مانتے ہیں ان میں سے بعض نے البتہ اسے اپنے فہم کی نارسائی کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ طریقہ زیادہ احتیاط کا ہے۔ اور میرے سامنے سے اس پر پڑا ہوا پردہ سالوں کے غور و خوض کے

بعد ھٰذا۔ پس شکر ہے اللہ تعالی کا جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (وما کنا لنہتدی لولا ان ھدانااللہ اور ھمیں یہ ھدایت نہ ملتی ، اگر اللہ تعالی ھماری رہنمائی نہ کرتا ۔ ) سورہ اعراف آیت ۱۳ ۔

دوسرا سبب : اور وہ پہلے سبب سے کمتر نہیں ہے ۔ لیکن دونوں میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ پہلے کا تعلق مصنفین سے ہے جب کہ دوسرے کا تعلق ان کا کلام پڑھنے والوں سے ہے ۔ جو لوگ قرآن مجید میں نظم کے وجود کو مانتے ھیں ان میں سے اکثر، جیسے کہ امام رازی رحمہ‌اللہ، باوجودیکہ عقلی علوم اور فہم و ذکاء میں بظاھر وہ بہت آگے ھیں، اس مشکل مسئلے میں ایسی رائے پر قناعت کر گئے جو تارعنکبوت سے زیادہ کمزور ہے ۔ ان کی بحث کو جو پڑھے گا وہ یقیناً یہی کہے گا کہ اگر نظم یہی تھا جیسا کہ اس متبحر امام اور اس جیسے دوسرے علماء کا دعویٰ ہے تو اس پر مخفی کیوں رھا جب کہ اس نے اس میں غور و خوض بھی کیا ۔ اور چونکہ وہ اور ان کے علاوہ لوگ اس مسئلے میں کمزور باتیں ھی پیش کرتے ھیں اس لئے ان لوگوں کے بعد کسی شخص کے لئے اس میں ھمت آزمائی کی گنجائش نہیں باقی رھتی ۔ اس صورت میں وہ یا تو وجود نظم کے موقف پر قائم رھتے ھوئے اس کے علم سے مایوس ھوکر اس کا دروازہ بند کردے گا، اور اس کے بعد اگر کسی کو اس کی طرف بلاتے ھوئے سنے گا تو اس کی طرف توجہ نہیں دے گا، اور یا ایسی رائے کا سہارا لے گا جو اس کے خیال میں بے خطر اور زیادہ محفوظ ھوگی ۔ اور وہ یہ کہ قرآن نازل ھی ھوا ہے تھوڑا تھوڑا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے، اس لئے اس میں سرے سے کسی نظم کی تلاش ھی نہ کی جائے(۱) ۔

تیسرا سبب : قرآن مجید کی تاویل میں آراء کی بہتات، اختلافات اور قیل و قال کی کثرت ہے ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نظم کا راستہ وحدت

کا راستہ ہے۔ اس راستے سے کلام کا ایک ہی مفہوم ہو سکتا ہے۔ کسی آیت کی ایک سے زیادہ تاویلات نہیں ہو سکتیں۔ تاویلات جتنی زیادہ ہوں گی نظم کے استنباط کا کام اتنا ہی دشوار ہوگا۔ جو شخص ان متضاد تاویلات اور متناقض آراء و اقوال کو دیکھے گا وہ حیران و پریشان ہوگا۔ اور اس کی سمجھ میں نہ آئے گا کہ ان میں سے کس رائے کو اختیار کرے اور کس کو نہ کرے، اور نظم جو کہ ہر جملے میں صرف ایک تاویل کا متحمل ہوتا ہے اس شخص کی نگاہوں سے اوجھل رہے گا۔ اس شخص کی حالت اس راہرو کی طرح ہوگی جو ہر موڑ پر مختلف راستوں سے دوچار ہو اور ان مختلف راستوں میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب اس کے لئے دشوار ہو۔

یہ اور اس کے علاوہ بعض دوسرے اسباب کی وجہ سے ہم نے لازم کر لیا کہ مختلف احتمالات کی بجائے ایک احتمال پر قناعت کریں گے، جو صحیح ہو، ظاہر ہو، اور نظم کلام سے ہم آہنگ ہو۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ایسا مفہوم ہمیشہ تاویل کے اعتبار سے سب سے بہتر اور بیان کے اعتبار سے سب میں زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیلی بحث اپنے مقام پر ملے گی۔ اس جگہ ہم نے اس کا ذکر یہ بتانے کے لئے کیا ہے کہ تاویلات کی کثرت اور احتمالات کی بھر مار فہم نظام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ نظام کو مضبوطی سے نہ پکڑنا کثرت تاویل کی حوصلہ افزائی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ کیونکہ نظم ہی ہے جو تمہارا رخ صحیح تاویل کی طرف پھیر سکتا ہے۔ سلف رحمہم اللہ نے بہت سی تاویلات کو کو جمع نہیں کیا۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک نے ایک ہی بات کو اختیار کیا۔ کثرت تعبیرات کا طریقہ خلف میں آکر عام ہوا، سلف اس سے ناآشنا تھے۔ اور ہر علم میں یہی صورت پیش آتی ہے۔ جب کتابیں بہت ہو جاتی ہیں،

اور علم باقاعدہ مدون ہوجاتا ہے، اور راستہ آسان ہوجاتا ہے، تو لوگوں کو تبحر کا شوق ہوتا ہے، وہ کسی ایک فن میں تحقیق اور پختگی حاصل کرنے کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ کسی مسئلے میں بہت سے اقوال اور نقطہ ہائے نظر سے واقفیت ہی کو وہ علم سمجھنے لگتے ہیں جب کہ حقیقت میں وہ علم سے خالی ہوتے ہیں، جیسا کہ کسی نے کہا ہے: طلب الکل فوت الکل ''جو کل چاہتا ہے وہ کل سے محروم رہتا ہے'' جو شخص تفسیر میں مصروف ہوگا وہ دیکھے گا کہ یہ اقوال اور تاویلات کا ٹھاٹیں مارتا ہوا ایک سمندر ہے۔ ان اقوال اور تاویلات کے حفظ کرنے میں وہ نظام کے راستے سے ہٹ جائے گا اس لئے کہ اس کی فرصت اور قوت اسی میں صرف ہو چکی ہوگی اور نظام کی طرف توجہ کے لئے اس کے پاس سکت ہوگی نہ فرصت، اور اس لئے بھی کہ نظام مخفی ہوکر تاویلات کے انبار میں اس سے گم ہوچکا ہوگا۔ لیکن اگر یہ کتابیں سب کی سب ایک طرف ڈال دی جائیں اور سلف رحمہم اللہ کا راستہ اختیار کر لیا جائے، اس طرح کہ قرآن مجید میں غور و فکر کیا جائے اور قرآن اور ثابت شدہ سنت میں مطابقت تلاش کی جائے، تو یہ طریقہ نظام اور صحیح تاویل کے سمجھنے میں زیادہ معاون ہوگا۔

چوتھا سبب: اور وہ تقریباً تیسرے سبب ہی کی طرح ہے، یہ کہ جب امت فرقوں اور جماعتوں میں بٹ گئی، لوگوں کو قرآن مجید میں سے ایسی باتوں کا سہارا لینا پڑا جن سے ان کی تائید ہوتی ہو، اس طرح انہیں اس کی خاص تاویل ہی پسند آئی، چاہے اس کا تعلق ظاہر قول سے ہو، یا بعض ان تعبیرات سے ہو جن پر ایک یا دوسرے طریقے سے کلام محمول کیا گیا ہو۔ اور یہ معلوم ہے کہ رائے یا توہم کا غلبہ بعید کو قریب اور ضعیف کو قوی بنا دیتا ہے۔ یہی ہر فریق کرتا ہے۔ اپنے مسلک کے مطابق ہر گروہ کی

اپنی الگ تاویل ہوتی ہے۔ اس صورت میں نظام کی رعایت سے کوئی تاویل متعین کرنا ممکن نہیں رہتا۔ کلام کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کوئی سیاق ہو اور اس کے اجزاء کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اپنا خاص موقع و محل ہو۔ تو اگر وہ نظم کی رعایت کریں تو اس چیز کی کمزوری سامنے آجائے جو کلام کو اس کے اصل معنی سے ہٹا کر کسی اور طرف لے جاتی ہے۔ جس طرح کہ ایک کلمہ مفرد بسا اوقات متعدد معانی کے درمیان مشترک ہوتا ہے، لیکن جب تم اس کو جملے کے اندر رکھ دیتے ہو تو اس کا خاص محل اور اس کے قرائن، مختلف احتمالات کو ختم کر کے اس کا ایک معنی متعین کر دیتے ہیں، جو پورے جملے کے مفہوم سے مطابقت رکھتا ہے، اور اس سے مل جاتا ہے۔ یہ سب درست لیکن اس کے باوجود ہر نظام اس قابل نہیں کہ اس کو قبول کیا جائے۔ قابل قبول صرف وہی نظام ہے جو تاویل میں بہترین ہو۔ کیونکہ بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک رکیک گری پڑی تاویل کے ساتھ بھی کلام مربوط اور نظم استوار ہوجاتا ہے۔ اس سے تو ہوائے نفس اور افکار باطل کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور اس صحیح بلند نظام سے اس کا کوئی تعلق نہیں جس سے کہ قرآن مجید کا بلند مرتبہ ہونا ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالے نے بے شمار مقامات پر اپنی کتاب کا یہ وصف بیان کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالی کا یہ قول . . . . . . . . . بیاض

## حواشی

(۱) افادات فراہی:

آگاہ ہو اللہ تمہیں ہدایت دے۔ جنہوں نے ان کے ساتھ بدگمانی کی وہ خطاء سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت ان کے جنہوں نے کہ اس میں کوتاہی کی، کیونکہ ان کا یہ سوء ظن ان اذکیاء کے ساتھ ان کی قلت مسامحت اور اس بلند علم کی ناقدر شناسی پر مبنی ہے۔ اگر وہ ان اذکیاء کے ساتھ معاملت میں نرمی اور فیاضی سے کام لیتے اور اس علم کی کما حقہ قدر پہچانتے تو اس

طرح بدگمانی کبھی نہ کرتے۔ حق یہ ہے کہ اگر وہ انصاف سے کام لیتے تو ان بزرگوں کی مساعی پر ان کے شکر گزار ہوتے۔ جو شخص موتی نکالنے کے لئے اتھاہ سمندر میں غوطے لگاتا ہے، گوھر یک دانہ اس کے ھاتھ نہ آئے تو بھی اس پر کوئی دوش نہیں، وہ اپنی ھمت و جرأت کی وجہ سے بھر حال تعریف کا مستحق ہے۔ اس نے اپنے پیچھے آنے والوں کے لئے ایک راستہ کھول دیا۔ کتنے ھی کام ھیں جو اگلے بعد میں آنے والوں کے لئے چھوڑ گئے۔ اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں کہ اسلاف میں سے جس کسی نے عقدہ نظم کی ایک گرہ بھی کھول دی اس کا ھم پر احسان ہے۔ یہ علم ایسا ہے کہ اس کی آخری حد کو پا لینے کی تمنا بھی سودائے خام ہے۔ اور کونسا علم ہے جس کا استقصاء کر لیا گیا ہے۔ پھر اس علم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو ایک ایسا سمندر ہے جس کے عجائب کبھی ختم نہ ھوں گے۔ نظم کلام کے جملہ محاسن کا احاطہ اس کے معانی کا استقصاء کئے بغیر ممکن نہیں، اور حال یہ ہے کہ اس کے معنی کا بڑا حصہ چھپا ھی رھتا ہے۔

جن لوگوں نے اللہ کی کتاب میں نظم کے وجود کا اس وجہ سے انکار کیا کہ اس کے اندر نظم بلیغ ماننے والوں نے پھسپھسی باتیں کی ھیں، گو کہ ایسے لوگ اس شخص کی نسبت خطاء سے زیادہ قریب ھیں جس نے کہ ان کے ساتھ بدگمانی کی، لیکن یہ لوگ بھی اپنے انکار میں معذور ھیں، کیونکہ ان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ قرآن مجید سے پھسپھسے نظم کی نفی کی جائے۔ بسا اوقات کسی چیز کا سرے سے قصد ھی نہ کرنا صحیح طریقہ ھوتا ہے، بجائے اس کے کہ قصد کیا جائے اور اس کے بعد سوء تدبیر کو راہ دی جائے۔ اس طریقے کی خامی ظاھر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسا کلام جو از اول تا آخر منظم نہ ھونےھو بلکہ وہ چند ایسے مطالب پر مشتمل ھو جن کا آپس میں کوئی تعلق نہ ھو، اور ان کو جمع کرنے کے لئے کلام کے اندر سے نہیں باھر کے اسباب درکار ھوں، جیسا کہ بہت سے بڑے علماء کا نظریہ ہے، تو ایسا کلام اس کلام کے مقابلے میں نقص سے زیادہ دور ہے جس میں نظم کی رو سے وحدت کا دعویٰ کیا جائے لیکن اسے ثابت نہ کیا جا سکے، یا اس کے مختلف اجزا کے مابین محض کمزور سا تعلق دکھایا جا سکے۔ تو جن لوگوں نے نظم کا انکار کیا ہے ان کا مقصد اس کے سوا کوئی اور نہیں کہ قرآن مجید کو ھر نقص سے بری ثابت کیا جائے۔